AUSTRALIAN JOURNAL OF HUMANITIES AND ISLAMIC STUDIES RESEARCH (AJHISR)

Vol.3, Issue 1, Jan-17 to Jun-17

URDU - THE CONCEPT OF SALVATION IN ISLAM AND BUDDHISM: A COMPARATIVE ANALYSIS

URDU - اسلام اور بدھ مت میں نجات کا تصور؛ایک تقابلی جائزہ

Sidra Fazal
Research Scholar, Department of Comparative Religion and Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro

Dr.Jabeen Bhutto
Assistant Professor, Department of Comparative Religion and Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro

ABSTRACT:

Salvation is the most important factor in everyone's life. The concept of salvation in various religions, however, is very different. According to the Christians, salvation means relief from sins and their consequences. They believe that they have already acquired the salvation through Jesus Christ being crucified. The Jews believe that by following the Ten Commandments revealed on Moses (A.S), they can acquire salvation. In Jainism, obtaining Moksa relieves all the good and bad deeds and this frees a person from the cycle of births and deaths and this is the stage where he gets salvation. Buddhists (followers of Gautama Buddha) believe that obtaining Nirvana is the key to salvation. In this paper, we will discuss this concept of Nirvana and compare it with the Islamic concept of salvation. According to Islam, salvation refers to an eternal entry into the paradise.

In Buddhism, the manner of acquiring Nirvana is to seclude one's self from all worldly pleasures. The Buddhist Monks follow the pursuit of Monasticism or monkhood by renouncing worldly pursuits and devoting solely to spiritual work. A close examination of this concept indicates that if everyone in the society adopts this lifestyle, then the whole system of life can potentially get interrupted. Accordingly, it is not possible for all members of the society to adopt Monasticism and as a result their chances of acquiring Nirvana are reduced because of the factors that are not in their control. On the other hand, according to the Islamic concept of salvation, human beings are required to follow what is good and refrain from what is bad, in accordance with the teachings of the religion of Islam. This is very much in the capability of each and every member of the society. If someone is not capable of performing some of the responsibility, the religion of Islam provides him or her with alternate methods to meet their obligations. This ensures that everyone enjoys equal chances of acquiring salvation. This comparative overview is further elaborated in this paper.

Keywords: Nirvana, Monasticism, Tawhid, Success, Salvation

اسلام کا تعارف:

مولانا صدر الدین اصلاحی نے اپنی کتاب "اسلام ایک نظر میں" میں اسلام کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

"لغت کی رو سے اسلام کے معنی فرماں برداری کے ہوتے ہیں۔ لیکن گفتگو جب دین کی زبان میں ہو رہی ہو تو اس وقت اس لفظ کے معنی صرف اس فرماں برداری کے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور مسلم وہ ہوتا ہے جو احکامِ الٰہی کے مطابق چلے اور ان سے سرتابی نا کرے"۔[i]

دینِ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی انسان کی نجات کا ضامن ہے کیونکہ یہ ہی وہ دین ہے جو بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام۔" بلاشبہ اللہ کے نزدیک (پسندیدہ اور مقبول) دین اسلام ہے"[ii]

اسلام میں عقیدہ توحید کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اس کی ذات وصفات اور عبادت میں یکتا تسلیم کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے جو کہ شرک کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا:

ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذالك لمن یشاء

"خدا کے ہاں ہر گناہ کی معافی ہے مگر شرک کی معافی نہیں"۔[iii]

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مختلف اقوام کی طرف مختلف اوقات میں اپنے برگزیدہ بندوں کو جنہیں 'رسول' یا 'پیغمبر' کے نام سے جانا جاتا ہے، مبعوث فرمایا، جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب ہے۔ آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرما کر اس کی نبوت پر ختمِ نبوت کی مہر لگا دی، جس کا مطلب اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں"۔[iv]

آپ ﷺ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا مقدس کلام "قرآن مجید" نازل فرمایا جو قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ ہے اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

"بلاشبہ اس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔[v]

اسلامی عقائد کی لسٹ میں ایک اہم عقیدہ "عقیدۂ آخرت" ہے، عقیدۂ آخرت سے مراد یہ ہے کہ ایک دن یہ دنیا فنا ہو گی، پھر دوسری دنیا قائم ہو گی، جس میں ہر انسان کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا پانی ہو گی۔

عقائد کے بعد اسلام میں ارکان کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ ارکان بنیادی طور پر پانچ ہیں جن میں کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج شامل ہیں۔ یہ عقائد اسلام کی عمارت میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

"اسلام کی تعمیر پانچ چیزوں پر ہوئی ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"۔[vi]

عقائد وارکان کے بعد اسلام میں اخلاقیات کا پہلو بھی بہت نمایاں ہے اور مختلف قرآنی آیات واحادیث مبارکہ میں اس کے حصول پر بہت زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

احسن کما احسن اللہ الیك

"لوگوں کے ساتھ بھلائی کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے"۔[vii]

الغرض اسلام ایک ایسا جامع مذہب ہے جس میں عقائد، عبادات واخلاقیات سے لے کر انسان کی خانگی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی تک کے معاملات کے بارے میں پوری پوری رہنمائی کی گئی ہے تاکہ انسان ان احکامات کے مطابق زندگی گزار سکے جو اللہ نے اس کی ہدایت ورہنمائی کے لیے نازل فرمائے ہیں اور جن کی بجاآوری اس کی نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

بدھ مت کا تعارف:

بدھ سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بیدار، ہوشیار، دانا، روشن اور نور وغیرہ کے ہیں اور 'مت' کے معنی عقل اور مذہب کے ہیں۔ بدھوں کی اصطلاح میں یہ لفظ اس شخص پر بولا جاتا ہے جس نے معرفت حاصل کر لی ہو اور دنیا کی تاریکیوں سے باہر نکل آیا ہو اور دوسروں کو گمراہی کی ظلمت سے نکال کر روشنی کی طرف بلا رہا ہو۔ بدھ مذہب کی کتاب مجھیم نکایا ستاص 63 میں بدھ کا ایک قول ہے:

"میں نے دکھ پر روشنی ڈالی ہے اور اس سے باہر آنے پر روشنی ڈالی ہے، وہ راستہ جو دکھ سے نجات دیتا ہے اس پر روشنی ڈالی ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے سودمند ہے یہ مذہب کی اساس اور اصل ہے"۔[viii]

اس مذہب کے بانی کا اصل نام "سدھارتھ" ہے لیکن "گوتم بدھ" کے نام سے مشہور ہوئے۔ بعض مورخین کے نزدیک آپ 568ق۔م میں شمالی ہند کے علاقے نیپال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شدودھن تھا جو ریاست کپل وستو کا بادشاہ تھا اور والدہ کا نام مایا تھا۔ گوتم کی تعلیم وتربیت انتہائی شاہانہ طریقے پر ہوئی۔ جب جوان ہوئے تو دل ان چیزوں سے اچاٹ ہو گیا۔ تاریخی حوالہ جات سے یہ بات منظرِ عام پر آتی ہے کہ ایک دفعہ گوتم اپنے ملازم کے ساتھ باہر نکلا، راستے میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس سے کمزوری کے باعث چلنا پھرنا بھی دشوار ہو رہا تھا، آگے بڑھا تو ایک بیمار شخص نظر آیا جو بیماری کی وجہ سے لڑکھڑاتے قدموں سے چل رہا تھا، اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ کچھ لوگ جنازہ اٹھائے چلے جا رہے ہیں، اسی اثنا میں اس کی نظر ایک درویش پر پڑی جس کے چہرے پر نور چمک رہا تھا اور اسے دیکھتے ہی قناعت کا تصور ابھرتا تھا۔

گوتم جب گھر پہنچا تو اس کا دماغ طرح طرح کے خیالات سے گھرا ہوا تھا، اس کے سامنے زندگی کے تین مرحلے آئے تھے: بڑھاپا، بیماری اور موت۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ایک دن وہ بھی بوڑھا ہوگا، بیمار پڑے گا، اس کو بھی موت آئے گی، پھر اچانک اسے اس درویش کا خیال آیا جس کے چہرے سے نور ٹپک رہا تھا۔ چنانچہ اس کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو گیا اور اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ بھی اس درویش کا راستہ اختیار کرے تا کہ اسے بھی سکون و طمانیت حاصل ہو جائے پر اس نے جو راستہ اختیار کیا اسے وحی الٰہی کی تائید حاصل نہ تھی چنانچہ گمراہ ہو گیا۔[ix]

اس مذہب میں نروان کے فلسفے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس کا مطلب ہے ترکِ دنیا اور اپنی خواہشات کو ختم کر کے سکون و اطمینان حاصل کیا جائے کیونکہ جب کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی تو کوئی تکلیف بھی نہیں آئے گی۔ اس کیفیت کو گوتم بدھ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"جب میں نے جان لیا اور میری روح خواہش کی برائیوں سے، دنیاوی زندگی کی آلائش سے اور غلطی و جہالت کے مسائل سے آزاد ہو گئی تو اس آزاد کو اپنی آزادی کا علم ہوا۔ دوبارہ جنم لینے سے چھٹکارہ مل گیا۔ مقدس دور ختم ہو گیا اور فرض پورا ہوا۔ میں اس دنیا میں پھر نہ آؤں گا یہ میں نے جان لیا"۔[x]

اس مذہب کی ساری تعلیم اپنے نفس کو پاک صاف کرنے اور اسے دنیا کی محبت اور اس کے مکر و فریب سے آزاد کرنے پر مبنی ہے۔ گوتم نے اخلاقیات پر بھی بہت زور دیا اور باقاعدہ سب کے حقوق و فرائض کو واضح کیا۔

اس مذہب کی تین اہم کتب ہیں جو "تری پتاکا" یعنی تین ٹوکریاں کہلاتی ہیں۔ ان میں ستا پتاکا، ونایا پتاکا اور ابید ھما پتاکا شامل ہیں۔ اس مذہب کی ترویج و اشاعت میں دو لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں، ایک راجہ اشوک کا جس نے ہندوستان سے باہر مبلغین کی ایک جماعت بھیجی جس میں اس کا بیٹا مہندر بھی شامل تھا۔ جس کی تبلیغ سے یہ مذہب جنوبی ہند اور لنکا تک جا پہنچا۔ اشوک ہی کی کوششوں سے جنوبی، وسطی اور مشرقی ایشیا میں یہ مذہب پھیل گیا۔ اشوک کے بعد دوسرا نام راجہ کنشک کا آتا ہے جس نے اس مذہب کو اور بھی ترقی دی۔ اس نے بدھوں کی چوتھی کانفرنس منعقد کروائی جس میں بدھ مت پر تشریحی اور تفسیری کتابیں لکھی گئیں۔

اس مذہب میں رہبانیت کا تصور دیا گیا ہے چنانچہ اس میں جو پیروکار بھی رہبانیت اختیار کرتے ہیں ان کو "بھکشو" کہا جاتا ہے۔ ان کا لباس زرد رنگ کا ہوتا ہے اور یہ بھیک مانگ کر گزر بسر کرتے ہیں۔ شادی، بیماری اور موت کی رسومات میں ان کو شریک کر لیا جاتا ہے۔[xi]

اس مذہب میں خدا کا کوئی تصور نہیں دیا گیا ہے اس حیثیت سے اس کو بس ایک اخلاقی نظام کے حوالے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اس کائنات کا کوئی خدا نہیں اور ہر خوبصورت چیز ان کا خدا ہے، ہر آدمی کچھ مخصوص صفات کو اپنا کر بدھ بن سکتا ہے۔ بدھ مت 'روحانیت' پر مشتمل ہے۔ ان کے مراکز چین، نیپال، برما، سری لنکا، منگولیا، جاپان، تھائی لینڈ، اور قدیم زمانے میں ترکستان اور افغانستان ہیں، یہ لوگ اپنے معبد کو "اسٹوپا" کہتے ہیں۔[xii]

بدھ مت کے فلسفۂ نروان اور اسلام کے تصورِ نجات کا تقابلی جائزہ:

بدھ مت کی غایت یہ ہے کہ انسان اسی دنیاوی زندگی میں نروان حاصل کرے۔ نروان نفس کی اس حالت مطمئنہ کا نام ہے جس میں دنیاوی افکار واعلام کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہی وہ شے ہے جسے حاصل کرنے کے بعد آدمی بدھ مت کی اصطلاح میں "ارہٹ" کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ یعنی اب وہ اخلاقی برائیوں کے جراثیم سے پاک ہے، اس کی ناپاکیاں دھل گئیں، اس نے اپنا کام پورا کر لیا، اپنا بوجھ اتار لیا اور آواگون (تناسخ / جنموں کا چکر) سے نجات حاصل کر لی۔

اسی کیفیت کو سر رادھا کرشن نے اپنی کتاب "انڈین فلاسفی" کے صفحہ نمبر 362 اور 323 پر یوں بیان کیا ہے:

"شاید افلاس و غربت کو غیر معمولی حد تک بڑھانے چڑھانے کے راہبانہ تخیلات اپنی ذات کی قربانی کو نمایاں کرنے کا جذبہ اور ترکِ دنیا کی آسودگی نے گوتم بدھ کے دل و دماغ کو بلکل مسخر کر دیا تھا۔ اس فانی دنیا سے نکل بھاگنے کی آرزو کا لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دینا اس دنیا کی تاریکی کو اس حد تک بڑھا چڑھا کر بیان کرنا کے چاہے ہم کتنا ہی مسرت اور خوشی کو پھیلانے اور ہر قسم کی معاشرتی ناانصافی کو دبانے کی کوشش کریں لیکن انسان کو اطمینانِ قلب حاصل نہیں ہو سکتا"۔

لی بان کے الفاظ میں بدھ مت کے اصولی حقائق یہ ہیں: دنیوی مصیبت، دنیوی مصیبت کی جڑ، دنیوی مصیبت کا معلوم ہو جانا، دنیوی مصیبت کو معلوم کرنے کا طریقہ۔[xiii]

ان چار بنیادی حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں گوتم کی تعلیم انسانی تقدیر پر یقینی زوال کا دوسرا نام ہے۔

گوتم بدھ کی تعلیم دو حصوں میں منقسم ہے، اخلاقی اور فلسفیانہ لیکن یہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ بدھ مت کا اہم نظریہ آواگون یعنی جنموں کا تصور ہے اس میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر انسان نے اپنے پچھلے جنم میں اچھے اعمال کیے ہونگے تو اگلے جنم میں وہ کسی اچھے انسان کی شکل میں آئے گا اور اگر اس نے برے اعمال کیے ہونگے تو اس کا اگلا جنم کسی جانور یا نباتات کی صورت میں ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ گوتم نے حصولِ نروان کے لیے درمیانی راستہ اختیار کیا، نہ تو فنائے ذات کا طریقہ اختیار کیا اور نہ ہی خود پرستی کا۔ ذیل میں گوتم کا ایک قول درج ہے:

ہر ایک معصیت سے بچو، ہر ایک خوبی کو حاصل کرو، قلب و نظر کا تزکیہ کرو، یہ گوتم بدھ کی تعلیم ہے۔[xiv]

گوتم بدھ نے اپنے پچھلے تجربات کو ناکام دیکھ کر مایوسی اختیار نہ کی بلکہ مسلسل ناکامی نے ان میں عزم پیدا کر دیا۔ انھوں نے اپنے دانتوں کو زور سے بند کر لیا اور کہا:

"کھال (پٹھے) اور ہڈیاں گُھل جائیں، زندگی کا خون خشک ہو جائے مگر میں یہیں بیٹھا رہوں گا جب تک نروان حاصل نہ ہو جائے"۔

اسی دوران انھیں اپنی جستجو اور اس کے نتائج پر غور کرنے کا موقع ملا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ انسانی زندگی نجات سے صرف اسی صورت یعنی غلط چیزوں کی خواہش صورت میں ہمکنار ہو سکتی ہے جب کہ وہ نجات کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ Tanha کو دور نہ کرے۔

انسانی زندگی اسی لیے ناکام ہوتی ہے کہ انسان اپنی خواہش کا غلام بن جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پر گامزن نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر اسے خواہش سے نجات حاصل ہو جائے تو اسے ایک دائمی سکون مل جائے گا جسے نروان کہتے ہیں۔[xv]

گوتم بدھ کا ایک اور قول ان کی کتاب دھمپد میں صفحہ نمبر 211 پر اس طرح لکھا ہے:

"کوئی انسان کسی چیز سے پیار نہ کرے؛ محبوب چیز کا کھو جانا باعث دکھ ہے۔ جو لوگ کسی چیز سے محبت یا نفرت نہیں کرتے وہ بندھنوں سے آزاد ہو جاتے ہیں"۔

بدھ مت میں دکھ کو ختم کرنے کے آٹھ راستے یہ ہیں:

سچا اعتقاد، سچی خواہش، سچی بولی، سچا برتاؤ، زندگی گزارنے کی سچی تدبیریں، سچی محنت، سچا خیال اور سچا دھیان۔

نروان سے گوتم کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندگی ہی میں حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کا یقین تھا کہ اس نے یہ نروان زندگی ہی میں حاصل کر لیا تھا اور وہ اس کیفیت کو نروان کہتا ہے کہ جس میں اس نے اپنے دل کو سکون کی حالت میں پایا، خواہشات اور اضطراب سے مکمل نجات حاصل کی اور معرفت کی حالت کو پایا۔ بدھ مت میں موت کے بعد جنت ودوزخ نہیں ہے اور اس کی کتابوں تری پتاکا میں مسرت کی جن مخصوص کیفیات کا ذکر ہے، وہ موت کے بعد نہیں، بلکہ یہیں مکمل تیاگ کا جیون گزارنے سے مل جاتی ہیں۔[xvi]

اس کا نچوڑ یہ ہے کہ بدھ مت میں نجات کا جو تصور دیا گیا ہے وہ مکمل طور پر نروان کے گرد گھومتا ہے یعنی اگر انسان کو اگر مصیبتوں اور جنموں کے چکر سے نجات پانی ہے تو اسے اپنی تمام خواہشات کو ختم کرنا ہوگا کیونکہ خواہشات کی موجودگی میں نروان کا حصول ناممکن ہے۔

اسلام کا تصورِ نجات:

اس کے برعکس اسلام میں نجات کا دارومدار اعمالِ صالحہ یعنی نیک اعمال پر ہے۔ جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، نجات کا حقدار ہوگا اور اس نجات کے حصول کے لیے بھی اسلام نے بدھ مت کی طرح خواہشات کو ختم کرنے کا انتہا پسندانہ طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ اسلام نے اس سلسلے میں اعتدال کا نظریہ پیش کیا اور تمام انسانوں کو اس بات سے آگاہ کیا کہ وہ اپنی خواہشات کو اعتدال میں رکھتے ہوئے اور حدودِ الٰہی کی پابندی کرتے ہوئے دنیا کی تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور نجات حاصل کر کے جنت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ اسلام کا پیش کردہ اعتدال کا نظریہ انسانی فطرت کے بلکل عین مطابق ہے۔ اسلام نے ہر معاملے میں اعتدال/میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔

خرچ کرنے کے معاملے میں اسلام نے اعتدال کی تعلیم دی چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا:

ولا تجعل يدك مغلولة الیٰ عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا

"نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھے رکھ، نہ اس کو بلکل ہی کھول دے کہ بعد میں حسرت زدہ بن کر بیٹھا رہ جائے"۔[xvii]

بدھ مت میں شادی سے روکا گیااور اس کے بغیر ہی پاکدامن رہنے پر زور دیا۔ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ شادی انسانی زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے اس لیے اسلام نے باقاعدہ اس کی ترغیب دی چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا:

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع، وان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ۔

"عورتوں میں سے جو تمھیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو، لیکن اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو"۔[xviii]

یہاں تک کہ اسلام نے نماز کے دوران آواز میں بھی اعتدال رکھنے کی تعلیم دی۔ اللہ فرماتا ہے:

"اور اپنی نماز میں نہ بہت تیز پڑھو اور نہ بلکل ہلکے سے بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کرو"۔[xix]

چال میں بھی اعتدال رکھنے کا حکم ہوا:

"اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر"۔[xx]

عبادت سے بڑھ کر اسلام میں کوئی نیکی کا کام نہیں، اسلام نے اس میں بھی اعتدال رکھنے کا حکم دیا۔ نہ اتنی زیادہ ہو کہ آدمی دوسرے دھندوں کے لائق نہ رہے اور نہ اتنی کم ہو کہ حق سے غفلت ہو جائے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جب آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ وہ راتیں نمازوں میں اور دن روزوں میں بسر کرتا ہے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کیا اور اعتدال کی تاکید کی اور فرمایا:

"تمہارے اوپر تمھارے رب کا حق ہے "تمہارے اوپر تمہارے نفس کا حق ہے۔ تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے ہر حقدار کا حق ادا کرو"۔[xxi]

بدھ مت میں انسان کو نفس کشی کی تعلیم دی گئی ہے اور ریاضت کو انتہا تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں حقوق العباد پر کوئی گرفت نہ ہو سکی اور اس مذہب کے بانی گوتم بدھ کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے اپنی بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی تھی اور رہبانیت اختیار کی تھی۔ اس کے برعکس اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں اور حضرت محمد ﷺ نے بھی رہبانیت اختیار نہ کی بلکہ لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے اپنی ساری زندگی بسر کی اور حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی بہت زور دیا۔

گوتم بدھ نے جونی چکر سے بچنے کے لیے نروان کا تصور پیش کیا کہ خواہشات کو ختم کرنے سے انسان اس چکر سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام میں اس قسم کے کسی جونی چکر کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں آخرت کا تصور دیا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

"تم اللہ کے کیونکر منکر ہو سکتے ہو اس حال میں کہ تم بے جان تھے پھر اس نے تم کو جان بخشی، وہی تم کو مارے گا اور پھر وہی تم کو زندہ کرے گا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔[xxii]

بدھ مت میں اسی نروان کے حصول کے لیے گوتم نے خود بھی کبھی روزگار کے حصول پر کوئی توجہ نہ دی حتیٰ کہ بھیک مانگ کر گزارا کیااور اپنے پیروکاروں کو بھی اسی چیز کی تعلیم دی اس طرح انسانیت کو ذلت کی گہری کھائی میں دھکیل دیا۔اس کے بر عکس اسلام نے جائز ذرائع سے روزی کے حصول پر زور دیااور اس کو عبادت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے آگے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو"۔ xxiii

اعتدال و میانہ روی سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

"لوگو! میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا ہے مگر تم تھک جاتے ہو"۔ xxiv

خلاصہ:

مذکورہ بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بدھ مت نے ایک انتہا پسندانہ نظریہ "نروان" پیش کیا جو کہ انسانی فطرت کے خلاف ہے اور جس پر عمل ناممکن ہے کیونکہ کوئی بھی انسان مکمل طور پر اپنی خواہشات کو ختم نہیں کر سکتا۔اس نروان کو حاصل کرنے کے چکر میں ایک طرف تو بدھ مت میں بھیک مانگ کر گزر بسر کرنے کی تعلیم دے کر انسان کو ذلیل ور سوا کیا گیااور دوسری طرف رہبانیت کو اختیار کرنے کی وجہ سے حقوق العباد کی ادائیگی سے منہ موڑا گیا ہے۔

اس کے برعکس اسلام نے انسانی فطرت اور تکریم کو سامنے رکھ کر ایک بلکل معتدل نظام پیش کیا۔اس میں بدھ مت کی طرح انسانی خواہشات کو ختم کرنے کا نہیں کہا گیا بلکہ حدودِ الٰہی میں رہتے ہوئے اور اعتدال کو سامنے رکھ کر اپنی تمام خواہشات کو پورا کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ حلال رزق کے حصول کی ترغیب دے کر اور بھیک کو ممنوع قرار دے کر اسلام نے انسان کی عزت و تکریم کو بھی برقرار رکھا ہے۔

جو لوگ اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور شدت و انتہا پسندی اختیار کر لیتے ہیں، ان کی زندگی سے اعتدال کے ساتھ ساتھ امن و سکون بھی رخصت ہو جاتا ہے اور ان کے معاملات اتنے الجھ جاتے ہیں کہ ان کی ساری قوتیں اور وقت کا بیشتر حصہ اپنے معاملات کو سلجھانے میں ہی صرف ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ راحت سے محروم ہو جاتے ہیں۔اس کے برعکس جو لوگ اپنے معاملات میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہیں وہ مصائب میں مبتلا نہیں ہوتے۔ میانہ رو افراد خود بھی پرسکون زندگی گزارتے ہیں اور دوسروں کے بھی کام آتے ہیں۔اس لیے انسان کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے کہ جس میں حقوق اور فرائض کے درمیان توازن ہو اور نہ اپنے فرائض کو فراموش کرنا یا ان سے غفلت برتنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سختی پسند نہیں فرماتا۔اس نے اپنے دین کو آسان بنایا ہے تاکہ لوگ سختی اور شدت سے گھبرا کر ترکِ دین پر مائل نہ ہوں۔

حوالہ جات

[i] اصلاحی، صدرالدین، اسلام ایک نظر میں، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز(پرائیویٹ)لمیٹڈ، دسمبر 2006ء، طبع 20، صفحہ نمبر 13

[ii] سورۃ آلِ عمران: 19

[iii] سورۃ النساء: 48

[iv] سورۃالاحزاب: 20

[v] سورۃالحجر: 30

[vi] بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ دارالسلام ریاض، 1999، طبع دوم، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم، ص 5، ح 8

[vii] سورۃ قصص: 77

[viii] پروفیسر چودھری غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ، لاہور، علم وعرفان پبلشرز، مطبع جنوری 2006، صفحہ نمبر 255۔

[ix] محمد یوسف خان، تقابل ادیان، لاہور، ناشر ادارہ بیت العلوم، صفحہ نمبر 81۔

[x] محمد حفیظ سید، گوتم بدھ زندگی اور افکار، لاہور، ناشر آزاد انٹرپرائزز، 1942ء، صفحہ نمبر 30۔

[xi] رشید احمد، تاریخ مذاہب، کوئٹہ، زمرد پبلیکیشنز، 2004، صفحہ نمبر 330، 348۔

[xii] مولانا ولی خان مظفر، مکالمہ بین المذاہب، کراچی، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاؤن، 2007، صفحہ نمبر 131۔

[xiii] احمد عبداللہ، مذاہب عالم، لاہور، ناشر سعادت آرٹ پریس، جنوری 2002ء، صفحہ نمبر 81۔

[xiv] احمد عبداللہ، مذاہب عالم، لاہور، ناشر سعادت آرٹ پریس، جنوری 2002ء، صفحہ نمبر 81تا83۔

[xv] نائیک، عبدالکریم ڈاکٹر ذاکر، تقابل ادیان، اسلام آباد، ملت پبلیکیشنز، صفحہ نمبر 221، 222۔

[xvi] لیوس مور، مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا، مترجم سعدیہ جواد اور یاسر جواد، لاہور، مطبع المطبعۃ العربیۃ، ناشر آصف جاوید، سال اشاعت 2003ء، صفحہ نمبر 229۔

[xvii] سورۃ بنی اسرائیل: 29

[xviii] سورۃالنساء: 3

[xix] سورۃ بنی اسرائیل: 12

[xx] سورۃ لقمان: 1

[xxi] بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصوم، ص 316، حدیث 1968

[xxii] سورۃ البقرہ: 28

[xxiii] سورۃ المائدہ: 88

[xxiv] ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، مکتبہ دارالسلام ریاض، 1999، طبع اول، کتاب الزھد، باب المداومۃ علی العمل ص 617، حدیث نمبر 4238